سیرت و سوانح   مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ

(قسط ۶)

اس ضمن میں یہاں یہ بات بھی یقیناً فائدہ سے خالی نہ ہو گی کہ سنن دارقطنی میں کتاب التیمم کے تحت حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے جو روایت "ضربة للذراعين الى المرفقين" کے الفاظ سے منقول ہے۔ اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں۔

رجاله كلهم ثقات والصواب موقوف "سنن کے مطبوعہ نسخوں میں یہ کلام اسی طرح متن ہی میں مذکور ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام دارقطنیؒ نے یہ الفاظ سنن کے حاشیہ میں لکھے ہیں۔

"قلت وقال الدارقطني في حاشيه السنن عقب حديث عثمان بن محمد كلهم ثقات والصواب موقوف" تلخیص الحبیر

اسی طرح لسان المیزان اور تہذیب التہذیب میں عثمان بن محمد کے ترجمہ میں تصریح ہے کہ امام دارقطنی کا یہ قول حاشیہ سنن میں ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "كلهم ثقات والصواب موقوف" کے الفاظ دراصل امام دارقطنی نے حاشیہ میں ذکر کیے ہیں لیکن بعد میں ناسخ نے انہیں متن میں داخل کر دیا ہے۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن میں بھی اس غلطی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے ذکر کرنے میں بھی جس طرح ہوشیاری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ وہ بجائے خود انتہائی مذموم ہے ان کے الفاظ ہیں۔

"وقد اعترف الدارقطني في حديث جابر ان رجاله ثقات

یعنی امام دارقطنیؒ نے اعتراف کیا ہے حضرت جابرؓ کی حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سنن میں

وما وقع في سننه من قوله والصواب موقوف فهو كتبه في الحاشية دون السنن كما قاله في التلخيص ولذا لم يذكره الزيلعي في التخريج هذه اللفظة مع شدة حرصه على النقل كله كما هو معروف من عادته فكان الدارقطني لم يجزم بوقفه وادخل بعضهم الحاشية في المتن كما هو في المطبوع فهو صنيع غير محمود نبه عليه شيخنا رحمه الله۔"

معارف السنن ص۸۴ ج ۱

جو یہ ہے "والصواب موقوف" کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے تو انہوں نے یہ الفاظ حاشیہ میں لکھے ہیں سنن میں نہیں جیسا کہ حافظ نے تلخیص میں کہا ہے یہی وجہ ہے علامہ زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں یہ لفظ ذکر نہیں کیے حالانکہ وہ مکمل الفاظ نقل کرنے میں بڑے حریص ہیں۔ جیسا کہ ان کی معروف عادت ہے۔ گویا امام دارقطنیؒ کو اس کے وقف پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے حاشیہ میں لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، مگر بعض نے اس حاشیہ کو متن میں داخل کر دیا۔ جیسا کہ مطبوعہ نسخہ میں ہے اور یہ فعل اچھا نہیں، ہمیں اس بات کی خبر ہمارے شیخ (علامہ کاشمیریؒ) نے دی ہے۔

جہاں تک اس غلطی کا تعلق ہے تو بلاشبہ یہ بہت بُرا فعل ہے کہ حاشیہ کی عبارت کو متن میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن اس کی ذمہ داری محدث ڈیانویؒ پر نہیں ڈالی جا سکتی تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کر دیا جائے۔ ان کے پیشِ نظر جو تین نسخے تھے ان میں یہ عبارت حاشیہ ہی میں تھی۔ ورنہ یہ عبارت رجماً بالغیب کے قبیل سے ہو گی۔ محدث موصوفؒ کی شان اس قسم کی آلودگیوں سے پاک ہے وہ تو خود ان اصحاب پر سخت رنجیدہ ہیں جو دیدہ دانستہ متون حدیث میں حک واضافہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جس کا اندازہ ان کے درج ذیل بیان سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث جسے امام حاکم نے ابان بن یزید العطار عن قتادہ عن زرارہ بن اوفی عن سعد بن ہشام کے واسطہ سے لا یقعد الا فی آخرھن کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ المستدرک کے اصل نسخہ میں اور امام بیہقی کی معرفۃ السنن والآثار کی طرف مراجعت سے معلوم

ہوتا ہے ۔ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ، فتح الباری میں اور مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح میں علامہ زرقانی نے یہی لفظ المستدرک سے نقل کیے ہیں اور مجھے المستدرک کے ایک نسخہ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ جو شیخ حسین بن علی محدث لکھنوی جو کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے ، کی زیرِ نظر رہ چکا تھا ۔ اس میں یہ روایت دیکھی جس میں لا یقعد کی جگہ بیاض تھا ۔ یعنی اس نسخہ میں نہ تو لا یقعد کے الفاظ تھے اور نہ ہی لا یسلم کے جب علمائے احناف میں سے کسی ایک نے اس نسخہ کو نقل کروایا تو میں نے انہیں لکھا کہ اس اصل نسخہ میں لا یقعد کے الفاظ کی جگہ بیاض ہے شاید کاتب سے یہ الفاظ رہ گئے ہیں تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ جو بات تم کہتے ہو درست ہے ۔ پھر میں نے انہیں لکھا کہ یہاں لا یقعد کے الفاظ ہونے چاہیئے تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا ۔ تو میں نے کہا ۔ کہ علمائ نے اس روایت کو یوں ہی نقل کیا ہے اور یہ روایت انہی الفاظ سے المستدرک کے نسخہ میں مشہور ہے لیکن اس نے میری بات پر بھروسہ نہ کیا ۔ اس وقت شرح زرقانی علی المواہب کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کتاب بھی نہ تھی اور وہ تھی بھی اسی کے پاس ۔ میں نے اس کی آٹھویں جلد طلب کی اور روایت کی نشاندہی کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہاں اسی طرح بیاض رہنے دو ۔ اور اس کے حاشیہ میں لکھ دو کہ اصل نسخہ میں یہاں بیاض تھا ۔ البتہ شرح زرقانی میں یوں ہے ۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور اس حاشیہ میں یہ لفظ لکھ دیتے ۔ "لا یسلم الا فی آخرھن" اِنّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ۔ التعلیق المغنی (ص ۲۷ ج ۲)

اندازہ فرمایئے خود مولانا ڈیانویؒ حدیث میں حک و اضافہ کو کس قدر مذموم قرار دیتے ہیں ۔ اور اس کے مرتکبین پر کس طرح اظہار ناراضگی فرماتے ہیں ۔ لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ علمائے احناف مثلاً ابوالحسن امروہی ، میر حسن نعمانی وغیرہ نے جب المستدرک کی طباعت کا بیڑا اٹھایا تو متن ہی میں لا یسلم فی آخرھن کے الفاظ داخل کر

دیئے۔ حالانکہ فتح الباری ص۲۸۵ ج ۲، السنن الکبریٰ للبیہقی (ص ۲۸ ج ۳، تلخیص المستدرک ص۱۱۶ ج۱ معرفۃ السنن والاثار، سبل السلام ص۶ ج۲ فتاوی مولانا عبدالحی لکھنوی ص۱۸۲ ج۱، تلخیص الحبیر ص۱۱۶ ج۱ اور شرح زرقانی علی المواہب میں المستدرک کے حوالہ سے یہی روایت لا یقعد الا فی آخرھن کے الفاظ سے منقول ہے۔ علامہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں۔

راجعت ثلاث نسخ للمستدرك فلم اجده فيه بلفظ الزيلعي وانما فيها وكان لا يقعد الا فظني انه لابد ان يكون في نسخة باللفظ الذي حكاه الزيلعي فانه مثبت جدا في النقل " معارف السنن ص۱۹ ج ۳

یعنی میں نے المستدرک کے تین خطی نسخے دیکھے ہیں۔ میں نے ان میں ان الفاظ سے (لا یسلم الخ) یہ روایت نہیں دیکھی جن الفاظ سے زیلعیؒ نے ذکر کی ہے ان میں لا یقعد الخ ہے میرا خیال ہے کہ ضرور کسی نسخہ میں "لا یسلم" کے الفاظ ہوں گے۔ جنہیں زیلعیؒ نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ علامہ زیلعیؒ نقل میں بڑے مثبت ثابت ہوئے اور اس غلطی کا ارتکاب اوّلاً کس سے ہوا اس کے لیے علیحدہ ایک مقالہ کی ضرورت ہے۔ "لا یقعد" کے الفاظ کی صحت میں یہی بات بیّن ثبوت ہے کہ امام بیہقی امام حاکم کے براہِ راست شاگرد ہیں۔ اور المستدرک ہی کی سند سے انہوں نے "لا یقعد" کے الفاظ معرفۃ السنن اور السنن الکبریٰ میں نقل کیے ہیں اور علامہ ذہبیؒ کا تلخیص المستدرک میں "لا یقعد" کے الفاظ ہی نقل کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ المستدرک میں لا یقعد ہی ہے۔ لا یسلم نہیں خیر اس کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں۔ یہاں سردست مصححین مستدرک کی بددیانتی کے لیے ہم ایک اور بیّن ثبوت ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ مصحح حضرات نے خطی نسخوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ولنسخة كاملة من مكتبة مولانا السيد شاه احسان الله بن رشد الله السندهي المعروف بصاحب اللواء وهو اصح النسخ واحسنها كتابة (المستدرك ط ج۱)

یعنی ایک مکمل نسخہ مولانا سید احسان اللہ بن رشد اللہ صاحب سندھی پیر آف جھنڈا کے مکتبہ سے حاصل ہوا یہ نسخہ تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور خوشخط ہے۔

الحمد للہ یہ نسخہ مبارکہ ان گناہگار آنکھوں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے

جو ان دنوں حضرت مولانا سیدی و مرشدی محب اللہ بن احسان اللہ صاحب مدظلہ العالی پیر آف جھنڈا درگاہ شریف کے نامی کتب خانہ کی زینت ہے۔ ہم نے جب اس میں اسی حدیث کی تلاش کی تو اس کے ورق ۱۲۰ پر یہ حدیث مل گئی۔ مگر وہاں نہ "لایسلم" کے الفاظ ہیں اور نہ ہی یقعد کے، جیسا کہ محدث ڈیانوی رحمہ اللہ نے التعلیق المغنی میں شیخ حسین بن علی لکھنوی کے نسخہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس مقام کے حاشیہ پر حضرت پیر احسان اللہ مرحوم کے والد گرامی سید رشد اللہ ابو تراب رحمہ اللہ کے ہاتھوں سے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

ترك الكاتب في الاصل ههنا لفظة "لايقعد" وهي موجودة في كتب الحفاظ الناقلين لهذه الرواية من المستدرك نبه عليه العلامة شمس الحق في تعليقه على الدارقطني فليتنبه لذلك

کاتب نے اصل نسخہ میں یہاں "لایقعد" کے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں اور یہ الفاظ حفاظ ناقلین کی کتابوں میں مستدرک اس روایت میں موجود ہیں۔ جیسا کہ علامہ شمس الحق نے سنن دارقطنی کی تعلیقات میں تنبیہ فرمایا ہے۔

اس کے باوجود مصححین حضرات نے اس نسخہ کے حسن وصحت کا اعتراف کرتے ہوئے بھی نہ بیاض رہنے دیا اور نہ ہی حاشیہ میں یہ تشریح کی کہ سندھی نسخہ میں (جو اصح واحسن ہے) بیاض ہے۔ مگر وائے افسوس ان خادمین سنت نبوی نے برادران یوسف کا کردار ادا کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس متن میں "لایسلم" کے الفاظ نقل کر دیئے اور حاشیہ میں کہہ دیا گیا کہ بعض نسخوں میں لایقعد ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری اس توضیح سے "مصححین مستدرک" پر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے کورانہ اعتماد کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔ جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ سے فرمایا۔

"وهو كذلك في نسخة المستدرك المطبوعة بدائرة المعارف بالهند وكانت عند الطابعين اربع نسخ مختلفة واجتهدوا في تصحيحها ولم ينبهوا هنا على الاختلاف الخ" (معارف السنن ص ۱۹۰ ج ۴)

یعنی "لایقعد" کے الفاظ اسی طرح المستدرک کے مطبوعہ نسخہ میں ہیں جو دائرۃ المعارف ہند سے طبع ہوا ہے۔ طابعین کے پاس مختلف چار نسخے تھے انہوں نے اس کی تصحیح میں بڑی کوشش کی ہے۔ مگر انہوں نے اختلاف پر تنبیہ نہیں فرمائی۔

لیکن یہ محض حسن ظن کا نتیجہ ہے۔ حقائق اس کے برعکس ہے۔ المستدرک کا خطی نسخہ بیر آف جھنڈا میں جو کہ "اصح واحسن" نسخہ ہے۔ آج بھی دیکھا جا سکتا ہے جس سے اس ڈھول کے پول کا آسانی سے پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

خیر بات ضرورت سے کچھ زیادہ لمبی ہو گی۔ ذکر تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تیمم کا امام کہ امام دارقطنی رح نے حاشیہ سنن میں فرمایا ہے کلھم ثقات والصواب موقوف" مولانا بنوری رح فرماتے ہیں: "والصواب موقوف" کے الفاظ حاشیہ سنن میں ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی رح اسے موقوف کہنے میں متردد ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں حاشیہ سنن میں صرف "والصواب موقوف" ہی کے الفاظ نہیں بلکہ۔ رجالہ کلھم ثقات والصواب موقوف" یہ سب الفاظ حاشیہ میں ہیں۔ جیسا کہ ہم تلخیص الحبیر، تہذیب التہذیب اور لسان المیزان کے حوالہ سے پہلے ذکر کر آئے ہیں لہٰذا اگر کہنا ہے تو یوں کہنا چاہیئے کہ امام دارقطنی رح اس کے رجال کو ثقہ اور اسے موقوف کہنے میں متردد ہیں۔ پھر یہاں علامہ زیلعی رح کی رفعت شان اور "نقل صادق" کا بہانہ بھی کس قدر لچر ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجر رح نے بالصراحت تین کتابوں میں اس پورے جملہ کا حاشیہ میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ہم اگر یہاں علامہ زیلعی رح کے متعلق "نقل صادق" کا جائزہ شروع کر دیں۔ تو بات لمبی ہو جائے گی اور یہ بحث بھی سردست ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ لیکن کیا اس پر بھی غور کیا کہ" کلھم ثقات" کے الفاظ کو متن میں شمار کرنے اور" والصواب موقوف" کو حاشیہ کے الفاظ باور کرانے میں کیا راز ہے؟ تو یقین جانیے۔ اس کا باعث محض مسلکی حمیت ہے۔ جب کہ اس حدیث میں تیمم کے لیے دو ضربات کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔ اور یہی مسلکی حمیت مستدرک کے نسخہ میں تحریف کا باعث ہے۔ اللہ کریم ہماری اور ان بزرگوں کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔

تنبیہ سنن دارقطنی کا شمار چونکہ تیسرے طبقے کی کتب احادیث میں ہوتا ہے جس میں ضعیف اور منکر روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ اس لیے اس کے رجال واسناد پر بھی محدث ڈیانوی نے خصوصی توجہ دی ہے۔ رجال کی تحقیق واسانید کی تعلیل وتصحیح میں مبداء فیض سے جو ذوق محدث ڈیانوی رح کو ملا تھا۔ اس کے اعتراف کے

باوجود سہو و نسیان سے ہم انہیں مبرا خیال نہیں کرتے اور نہ ہی اس سلسلہ میں ان کے فیصلہ کو ہر جگہ کافی وشافی سمجھتے ہیں۔ آخر وہ بھی تو انسان ہی اور بالخصوص اس سحرا لوردی میں کس کا قدم ڈگمگانے سے محفوظ رہا ہے۔ مثلاً باب اللبنہ میں حضرت انس رضؓ کی حدیث (۲) کے متعلق فرماتے ہیں "ھذا اسناد لیس فیہ مجروح" (ص۵۱ ج۴) حالانکہ اس میں "الحارث بن غسان" راوی مجہول ہے "لسان ص۱۵۵ ج۲" اسی طرح باب ماروی من قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذنان من الراس" میں حدیث ۱۹ کے تحت فرماتے ہیں لیس فی اسناد ھذا الحدیث مجروح" (ص۹۰ ج۱)
حالانکہ اس میں ایوب بن عبداللہ ابو خالد القرشی مجہول ہے۔ جیساکہ علامہ ذہبیؒ نے میزان (ص۱۹۰ ج۱) اور حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان (ص ۴۸۴ ج۱) میں ذکر کیا ہے۔ اسی نوعیت کے اور مقامات بھی ہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی کی تحقیق کو حرف آخر کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اسے من وعن قبول کر لینا اہل تحقیق کے لیے زیبا ہے۔

دورِ تصنیف التعلیق المغنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک شرح کا آغاز غایۃ المقصود ہی کے دورِ تصنیف میں ہوا تھا۔ مگر "غایہ" کی تکمیل سے قبل یہ تعلیقات مکمل ہوگئیں۔ جیساکہ حسب ذیل دو عبارتوں سے عیاں ہوتا ہے۔

(۱) کتاب الحیض میں حضرت اسماءؓ کی روایت کے تحت لکھتے ہیں: "وقد ذکرت فی شرح ابی داؤد ازید من ھذا" (التعلیق المغنی ص۲۱۶ ج۱) اور کتاب النکاح میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی روایت کے تحت لکھتے ہیں۔ وللشیخ العلامۃ الشوکانی فیہ مسلک آخر ان ساعدنی التوفیق فاثبین ان شاء اللہ تعالیٰ فی غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد کلاماً جامعاً فی ھذا الباب ص۲۱۲ ج۳ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ التعلیق المغنی کا آغاز تو غایۃ المقصود کے بعد ہوا مگر اس کی تکمیل غایہ سے پہلے ہوئی اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ "غایۃ المقصود" غالباً "کتاب الجنائز" تک مکمل ہو چکی ہے اور یہ مسئلہ کتاب النکاح سے متعلق ہے۔ جو سنن ابی داؤد میں کتاب الجنائز سے پہلے ہے اسی طرح کتاب الاقضیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "وافصل المسائلۃ ان شاء اللہ تعالیٰ فی شرح ابی داؤد وفقنا اللہ تعالیٰ لاتمامہ" التعلیق المغنی (ص۲۱۵ ج۴) جس سے سابقہ دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔